العقد الثمین فی فتوح الهند و من ورد فیها من الصحابۃ و التابعین اور قاضی اطہر مبارک پوری ؒ کا منہج

انوار حسین*

Sub-continent is one of fortunate territories that are blessed with galaxy of Islamic scholars who contributed in diversified Islamic fields. Qadi Athar Mubrakpuri is big name in the list of Muslim historian of sub-continent who extended such a marvelous work that can never be forgotten. He probed the Muslim history and collected jewels and gems of Islamic history for sub-continent. This would not be an exaggeration if it said that the book "Al-Iqd al-thamin" is an encyclopedia of Islamic history of subcontinent. The books gives detailed and minute information about India in early epoch of Prophet (s.a.w.) and four caliphates. The books also provides authentic information about number, name and other details of the companions of last Prophet (s.a.w.) who visited India or buried here. The pupils of the companions of the Prophet have also been discussed and very comprehensive information has been produced by Qadi Mubarakpuri. The sources of Qadi Mubarakpuri are of vast range that start from hadith and seerah to literary and poetry books of different periods.

اللہ تعالیٰ کی عجیب حکیمانہ کارکردگی ہے کہ اپنے آخری نبی سید الاولین والا خرین حضرت محمد ﷺ کو ایک ایسی امت مرحمت فرمائی جس نے علم کی خدمت و اشاعت، علوم کی تحقیق و تدقیق کے ساتھ ساتھ متعلقات علوم کی وضع و تدوین کا ایسا کارنامہ سر انجام دیا جس کی مثال تاریخ کے اوراق میں نہیں ملتی تصنیف و تالیف کے میدان میں گذشتہ اقوام سے بازی لے گئی اور اتنا بڑا علمی ذخیرہ اور اتنا وسیع و عریض کتب خانہ اس کی محنتوں سے وجود میں آیا جس کا سرسری جائزہ لینا بھی ممکن نہیں ۔جس ہستی کو رب ذوالجلال نے امی لقب عطا فرمایا اس کو ایسی امت کا عطا ہونا جو اپنے علمی شوق و شغف ، اپنی بلند ہمتی اور قوت ارادی میں بے مثال ہو اور خدمت علم میں جان کھپا دینے والی ہو یہ قدرت الہیٰ کی کرشمہ سازی ہے اور مادیت پرست و ظاہر بین انسانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ بے سرو سامانی کے باوجود ان بوریہ نشین اکابر نے کامیاب جدوجہد کرکے انسانیت کو یہ سلیقہ سکھایا کہ کنج قفس کو فصل بہاراں بنا دینے اور خاک ساحل سے طوفان اٹھانے کا کیا طریقہ ہے۔ علوم و معارف کا جو بحر و ذخار ان بزرگوں کے سینوں سے نکل

* پی ایچ ڈی سکالر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب،لاہور/لیکچرر، امپیریل کالج آف بزنس سٹڈیز(چارٹرڈ یونیورسٹی)، لاہور ۔

کر کاغذو قرطاس میں پھیلا وہ امت کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنا انہی اکابرین امت میں سے ایک شخصیت مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ کی ہے۔

نام و نسب اور ولادت

قاضی اطہر مبارک پوریؒ کا خاندانی نام عبدالحفیظ بن شیخ حاجی محمد حسن ہے۔ خاندانی نام آپ کے نانا مولانا احمد حسن رسول پوری (م : 1359ھ) نے رکھا بعد میں قاضی اطہر مبارک پوریؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ 14 رجب 1334ھ بمطابق 17 مئی 1961ءکو محلہ حیدر آباد ، قصبہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ صوبہ اتر پردیش انڈیا میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام شیخ حاجی محمد حسن بن شیخ حاجی لعل محمد بن شیخ محمد رجب بن شیخ محمد رضا بن شیخ امام بخش بن شیخ علی (م :۱۱ ربیع الاول 1384ھ) ہے۔ والدہ کا نام حمیدہ بنت مولانا احمد حسین رسول پوریؒ بن شیخ جمال الدین (م :1352ھ) ہے۔ قاضی اطہر مبارک پوریؒ کے والد شیخ حاجی محمد حسن اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے جبکہ آپ اپنے والد کے چھ بچوں بالترتیب پانچ لڑکے اور ایک لڑکی میں سب بڑے تھے۔ (1)

لفظ ’’قاضی ‘‘ کی وجہ تسمیہ

آپ کے خاندان میں ایک مدت تک نیابت قضا کا عہدہ قائم رہا اس لیے آپ بھی قاضی کہے اور لکھے جاتے ہیں۔

قاضی اطہر مبارکپوریؒ اپنی خود نوشت سوانح میں لکھتے ہیں :

’’میرے جد اعلیٰ سلطان نصیر الدین ہمایوں (1508-1556ء) کے دور سلطنت میں کرامانک پور سے حضرت راجہ سید حامد چشتی مانک پوری (م:965) بانی مبارک پور کے ہمراہ اپنا حسب نسب چھوڑ کر یہاں آئے اور اسی زمانہ سے نیابت قضا کا عہدہ ہمارے خاندان میں چلا آرہا ہے جس کی خوبو اب بھی خاندان کے ہر چھوٹے بڑے فرد سب میں پائی جاتی ہے اور غیرت و حمیت نفس صاف گوئی اور خود داری کا لحاظ بہت زیادہ ہے۔ انتہائی بچپن کے چند ایسے واقعات مجھ کو اب تک یاد ہیں جن سے میری عزت و حمیت کو ٹھیس لگی تھی اور آگے چل کر ان سے خود داری کو مدد ملی‘‘۔ (2)

تعلیمی احوال و کوائف

قاضی مبارکپوریؒ نے اس زمانہ میں رواج کے مطابق قاعدہ بغدادی، قرآن شریف اور اردو کی ابتدائی تعلیم محلہ کے گھریلو مکتب سے شروع کی۔ گھر میں والد اور والدہ سے پڑھتے جب آپ تیسرا پارہ پڑھ رہے تھے تو آپ کو مدرسہ احیاءالعلوم مبارکپور میں داخل کر وا دیا گیا ۔ یہاں حافظ علی حسن سے قرآن کریم اور منشی اخلاق احمد سے

ریاضی اور مولانا نعمت اللہ سے فارسی و خوش نویسی کی تعلیم لی یوں پندرہ برس کی عمر تک اردو اور فارسی کی تعلیم مکمل کی ۔ (3)
صفر 1350ھ تا شعبان 1358ھ تقریباً آٹھ برس تک مدرسہ احیاءالعلوم مبارک پور کے اساتذہ کے زیر سایہ علوم دینیہ سے بہرہ مند ہوئے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

* آپ نے اکثر کتابیں مفتی محمد یسین مبارک پوری ؒ (م: 1404ھ) سے پڑھیں۔
* منطق و فلسفہ کی زیادہ کتابیں مولانا شکر اللہ نعمت مبارک پوری ؒ(م :1361ھ)
* علم منطق کی بعض کتابیں مولانا بشیر احمد مبارک پوری ؒ (م:1404ھ) سے پڑھیں۔
* تفسیر جلا لین مولانا محمد عمر مظاھری مبارک پوری ؒ سے پڑھیں۔
* عروض و قوافی اور ہئیت کے بعض اسباق اپنے حقیقی ماموں مولانا محمد یحییٰ رسولپوری ؒ (م:1387ھ) سے پڑھ کر اُردو، فارسی اور عربی میں صاحبِ کمال ہوئے۔ (4)

دورہ حدیث

مدرسہ احیاءالعلوم میں مروجہ نصاب مکمل کرنے کے بعد ۱۳۵۸ھ میں جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد کا علمی سفر کیا اور مولانا سید فخر الدین احمد (م1392ھ)سے جو اس وقت شیخ الحدیث تھے صحیح بخاری ، سنن ابن ماجہ سنن ابی داؤد اور مولانا سید محمد میاں (م 16 شوال 1395 ھ) سے سنن ترمذی اور مولانا سید محمد اسمعیل سنبھلی ؒ (م 1395ھ)سے صحیح مسلم کا درس لیا اور یوں (1395ھ) میں تمام مروجہ علوم و فنون کی تکمیل کرکے فارغ التحصیل ہوئے۔ (5)

مرض الوفات اور وفات

قاضی اطہر مبارکپوری ؒ کئی سال مختلف عوارض کا شکار رہے ۔دوائی پابندی سے استعمال کرتے لیکن بستر علالت پر کبھی نہیں رہے۔ آخری ایام میں ناک میں کوئی تکلیف تھی جس کا آپریشن بھی کروایا گیا لیکن آپریشن کی وجہ سے نقاہت ہو گئی جو برابر موت تک رہی۔
آخر 28 صفر 1417ھ 16 جولائی 1996ءبروز یکشنبہ شب 9 بج کر 55 منٹ پر تاریخ اسلام کا یہ روشن آفتاب غروب ہو گیا انا اللہ و انا الیہ راجعون۔ (6)

تصنیفات

قاضی اطہر مبارک پوریؒ نے جو زبردست علمی و تحقیقی کارنامے انجام دیے ان کو علمی دنیا ہمیشہ یاد رکھے گی۔ ذیل میں قاضی صاحب کے علمی و تحقیقی کارناموں کی مکمل فہرست ہے اس میں انکی تمام اردو اور عربی تصانیف کے علاوہ جن زبانوں میں دوسروں نے ان کے ترجمے کیے اور جن اداروں نے اپنے طور پر شائع کیا اور جن مخطوطات کی تصحیح و تحقیق کی ان پر تعلیقات لکھیں یا ان کے مسودے حوادث کا شکار ہو گئے اور شائع نہ ہو سکے ہر ایک کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

1- صالحات 2-اسلامی شادی

3- افادات حسن بصری ؒ 4- حج کے بعد
5- مسلمان 6- معارف القرآن
7- رجال السند و الہند 8- تبلیغی و تعلیمی سرگرمیاں عہد سلف میں
9- طبقات الحجاج 10- دیوان احمد
11- علیؓ و حسین ؓ 12- عرب و ہند عہد رسالت میں
13- ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں 14- اسلامی ہند کی عظمت رفتہ
15- مآثر و معارف 16- خلافت راشدہ اور ہندوستان

17- جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول 18- خلافت بنو امیہ اور ہندوستان
19- الھند فی عھد العباسین
20- العقد الثمین فی فتوح الھند و من وردفیھا من الصحابة والتابعین
21- دیار پورب میں علم اور علماء 22- تدوین سیر و مغازی
23- خلافت عباسیہ اور ہندوستان 24- ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت
25- تاریخ اسماءالثقات 26- آثار و اخبار
27- سیرت ائمہ اربعہ 28- اسلامی نظام زندگی
29- خیر القرون کی درسگاہیں اور انکا نظام تعلیم و تربیت
30- مسلمانوں کے ہر طبقہ و ہر پیشہ میں علم اور علماء
31- کاروانِ حیات 32- علمائے اسلام کے القابات و خطابات

33- قاضی اطہر مبارکپوریؒ کے سفر نامے 34- مکتوبات امام احمد بن حنبلؒ
35- خواتین اسلام کی علمی و دینی خدمات 36- تذکرہ علمائے مبارک پور
37- آسودگان خاک 38- جواہر القرآن
39- علمائے اسلام کی خونیں داستانیں 40- مطالعات و تعلیقات
41- مئے طہور

العقد الثمین کا موضوع

اس کتاب کا موضوع اسلام کی ابتدائی صدیوں میں مسلمانوں کی ہندوستان میں معرکہ آرائیوں اور فتوحات کی تاریخ نیز اس عہد میں ہندوستان میں صحابہ و تابعین کی آمد اور ان کے تذکرہ خیر کا بیان ہے جو عہد نبوی سے لیکر عہد اموی 132ھ تک کی تاریخ ہے۔ (7) اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب کتب تاریخ میں درج ذیل انفرادیتوں کی حامل ہے۔

i- اس موضوع پر عربی زبان میں اسے پہلی کتاب ہونے کا اعزاز و اہمیت حاصل ہے۔ اگر آج تک کی کتب تاریخ ہندوستان کا جائزہ لیا جائے تو یہ کہنے میں باک نہیں کہ نہ صرف پہلی کتاب ہے بلکہ آخری کتاب ہے۔

ii- اس موضوع پر عربی ادب میں بھی اس نوعیت کی جامع و کامل کتاب موجود نہیں تھی۔

iii- موضوعاتی اہمیت کے لحاظ سے ہندوستانی تاریخ میں اسلامی انقلاب آنے کا جو سراغ اس کتاب میں دستیاب ہے وہ پہلی دفعہ منظر عام پر آیا۔

طباعتی و اشاعتی تاریخ

یہ کتاب پہلی مرتبہ رمضان المبارک 1388ھ بمطابق دسمبر1968 ہندوستان سے شائع ہوئی۔ (8)

ہندوستان کی اسلامی تاریخ کے متعلق مولانا مبارک پوری کی پانچویں محققانہ کاوش تھی اس سے ’’رجال السند والھند الی القرآن السابع ‘‘ العرب والھند فی عھد الرسالۃ ، الحکومات العربیہ فی الھند اشاعت پذیر ہو کر دد تحسین وصول کر چکی تھیں۔ (9)

قاضی صاحب نے اس کتاب کی تحقیقی محنتوں کا آغاز رمضان 1386ھ میں کیا اور دو سال کی محنت کے بعد یہ کتاب منصہ شہود پر رونق پذیر ہوئی۔ (10)

اس کتاب کی طبع دوم گیارہ سال بعد قاہرہ ، مصر سے ہوئی، طبع دوم سے متعلق قاضی صاحب فرماتے ہیں۔

"والان بعد احدی عشرۃ سنۃ ارادالله سبحانہ و تعالیٰ ان یصدر ھذا الکتاب فی شکل جدید رائع جذاب فی القاھرہ، ولقد حصل لی خلال ھذا الفترۃ بعض التراجم الجدیدۃ با الا ضامۃ الی الا ستدراکات المقبدۃ والحقتھا بالکتاب "(11)

" آج گیارہ سال بعد الله سبحانہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ یہ کتاب ایک نئے، خوشنما اور جاذب نظر انداز سے قاہرہ سے اشاعت پذیر ہو اس وقفہ کے دوران مجھے کچھ نئے حالات و سوانح پر مزید اضافہ جات حاصل ہوئے تو اس طبع میں دونوں طرح سے اضافہ کیا گیا ہے ۔ طبع دوم کے محرم و موید علماءو مشائخ ریاض سعودی عرب تھے بالخصوص ان علماءو مشائخ میں محمد بن ناصر العبودی امین عام دعوۃ اسلامیہ عالمیہ، محمد بن ابراھیم، مدیر دعوۃ دینیہ فی الخارج اور عبدالله بن عبدالله الزاہد ڈائریکٹر دعوۃ اسلامیہ، جامعہ محمد بن سعود الاسلامیہ اس کتاب کی اشاعت میں پیش پیش رہے۔ (12)

طبع دوم پر مقدہ محقق جلیل معروف صحافی الاستاذ عبدالقدوس الانصاری المدنی رئیس تحریر مجلہ "المنہ" جدہ نے لکھا جبکہ تقریظ و مقدمہ ثانی الاستاذ محمد بن حسن بن علامہ السید العلوی المالکی کا ہے۔ (13)

محقق کے زیر استعمال نسخہ مکتبہ دارالانصار القاہرہ کا ہے۔

کتاب کا اسلوب تحریر

عربی زبان و ادب کے اعتبار سے یہ منفرد کتاب کس اسلوب میں تحریر ہوئی ہے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے استاد عبدالقدوس انصاری المدنی لکھتے ہیں۔

"القاضی اطھر المبارکبوری من جلۃ العلماءالثقات المعاصرین الذین منھم الله قلبا واعیاً ، والھمھم من امرھم و علمھم رشدا و توفیقا، و تفکیر اسدیدا، اذو قفہ الی التضیف الممتع المفید باللغۃ العربیہ و باللغۃ الاردیۃ معا ، عن ماضی الھند فی کتب فحتلفۃ الموضوعات، متساویہ الاھداف، تنسم بالفضاحۃ، والوضوح و بالا ستقصاءفی سلاسۃ اسلوب و روعۃ بیان، ضیبانہ فی کتبہ من ’’السھل الممتنع "(14)

ترجمہ : قاضی اطہر مبارک پوری معاصر اجل و ثقہ علماءمیں سے ایک ہیں جنہیں الله تعالیٰ نے سوچنے اور غورو فکر کرنے والا ذہن عطا کیا ہے الله تعالیٰ نے ان کے معاملات اور ان کے علم کو رشد و ہدایت اور توفیق بخشی ہے انھیں راست فکر عطا ہوئی ہے۔ قاضی صاحب نے اسلامی ہندوستان کے ماضی سے متعلق مفید اور نفع بخش

تصانیف کے لیے اردو عربی زبان میں بیک وقت مختلف موضوعات کو منتخب کیا اختلاف موضوع کے باوصف سب کاہدف و مقصود ایک ہی ہے ان کی کتب میں فصاحت بیان کی مہک ہے موضوع کو واضح کرنے اور سلاستِ بیان کے ساتھ موضوع کا احاطہ کرنے میں ان کی کتب دلکش اسلوب کی حامل ہیں ان کی کتب زبان و بیان کے اعتبار سے سہل ممتنع کی حامل ہیں۔

ذیل میں قاضی صاحب کے اسلوب تحریر کے چند نمونے بطور ثبوت پیش کیے جاتے ہیں جو سلاست بیان، روانی اور حسن اظہار کا مظہر ہیں۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان کے ایام حکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"وکان ایام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی العدل و الا من والرفاھیة و حسن السیا سة علی اعلی مستوی، واقعی غایة ، وکان عثمان بن عفان علی غایة الحلم والوقار والحیاءوالعفو ، والخصال الحمیدة معذرت وانقضت بلاد العجم فی بدءخلافتہ، خصوصاً بلاد فارس حتی ان اھل مکران انقضوا لعھود ، و عتوا، فساس فیھا سیاسة حسسة و بعث اولا من یاتیہ باحوال بلاد الھند، ثم بعث الجیوش الی السند و مکران واققص ففتح"(15)

ترجمہ : حضرت عمر بن الخطاب کا عہد حکومت عدل، امن، عوامی فلاح و بہبود اور حسن انتظام و سیاست کے اعتبار سے اعلیٰ مقام کا حامل دور تھاا۔ سیدنا عثمان بن عفانؓ حلم و وقار اور حیاءو عفو اور دیگر اوصاف حمیدہ سے متصف عظیم شخصیت تھے۔ ان کے عہد خلافت کے آغاز میں بلاد عجم نے غدر و بغاوت کا رویہ اپنایا بالخصوص بلاد فارس میں بغاوت کی لہریں عروج پر رہیں چنانچہ اھل مکران نے عہد اطاعت کو توڑ دیا اور حدود سے بڑھ گئے سیدنا عثمانؓ نے وہاں کمال حسن سیاست کا ثبوت دیا سب سے پہلے بلا دہند کے حالات پتا کرکے جائزہ لیا پھر سندھ، مکران اور بلوچستان کے علاقوں پر لشکر کشی اور فتح کیا۔

قاضی صاحب کی اس عبارت میں عالمانہ شکوہ، ادیبانہ دل کشی اور مورخانہ واقعات نگاری پائی جاتی ہے۔ کسی تحریر کا یہ کمال ہوتا ہے کہ وہ ہمہ جہت ہو اور معنویت سے بھر پور ہو۔

ایک اور مثال پیش کی جاتی ہے شجاح الحبشی کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"کان شجا عامقد اما، و کانت لہ ید بیضاءفی الحروب، اقسم علی نفسہ ان لا یا کل ولا یشرب حتی یقتل الداھر، و غزا المسلمون داھر فی عاشر

رمضان سنۃ ثلاث و تسعین وھو علی فیل ابیض، و کان شجاع الحبشی علی فرس فنفر فرسہ فرماہ داھر فاستشھد"(16)

'وہ دیر اور پیش قدمی کرنے والے تھے، جنگوں کے معرکوں میں انہیں ید بیضا کی شان حاصل تھی۔ انھوں نے قسم کھائی کی جب تک راجہ داہر کو قتل نہ کر لوں کھاؤں پیوں گا نہیں۔ مسلمان راجہ داہر پر دس رمضان 93 ھجری میں حملہ زن ہوئے وہ سفید ہاتھی پر سوار تھا۔ شجاع حبشی گھوڑے پر سوار تھے انھوں نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا اور اسے نیزہ مارا اور اسی عالم میں خلعت شہاد ت پہنی"۔

اس عبارت میں منظر نگاری ، خاکہ نگاری اور تاریخ نگاری اتنے حسین اسلوب میں آپس میں گندھے ہوئے ہیں کہ یہ اندازہ کرنا مشکل ہے کہ لکھنے والا مورخ ہے یا ادیب، اس کا تحریری میدان خاکہ نگاری ہے تاریخ نگاری۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں لکھتے ہیں :

"ولی عمر بن عبدالعزیز فی سنۃ ثمان و تسعین، و توفی سنۃ احدی و ماۃ، وھو ابن تسع و ثلاثین سنۃ ، وکان یضا ھی الخلفاءالراشدین فی العدل، ورد المظالم ، والتقوی والنسک رحمہ اللہ"(17)

"سال 98 ہجری میں حضرت عمر بن عبدالعزیز سر یر آرائے خلافت ہوئے 101 ھجری میں ان کی وفات ہو گئی جب وہ انتالیس سال کی عمر کو ہی پہنچے تھے۔ وہ عدل و انصاف ظلم کے خاتمہ اور تقویٰ و ایثار میں خلفائے راشدین کی مثل تھے"۔

قاضی صاحب کا عمومی اسلوب یہ ہے کہ مختلف مورخین کی رائے پیش کرنے کے بعد اپنی راجح رائے پیش کرتے ہیں اور اس رائے کا اظہار لکھ کر کرتے ہیں (قال القاضی) اس کی صرف ایک مثال ذکر کی جاتی ہے۔

صفحہ 202 پر عمرو بن محمد ابن القاسم الثقفی کے تذکرہ میں ’’کما قال بلاذری ‘‘ اور یعقوبی کہہ کر ان کے حالات لکھے ہیں پھر ’’قال محمد بن نجیب البغدادی فی کتاب اسماءالمغاتلین من الاشراف فی الجاھلیۃ والا سلام‘‘ کہہ کر سوانحی حالات میں مزید اضافہ کیا ہے اس کے بعد ’’قال الطبری ‘‘ اسی شخصیت سے متعلق کچھ مزید آثار و اخبار نقل کی ہیں آخر میں لکھتے ہیں۔

"(قال القاضی) کان عمرو بن محمد بن القاسم عاملا مستقلد علی السند و فتحھامن سنہ اثنتین و عشرین و مأۃ الی سنۃ خمیس و عشرین و مأۃ ، و مات فی سنۃ ست و عشرین و ماۃ، او بعد ھا با یام وشھود فی الھند "(18)

قال القاضی کہہ کر بھی بیان کردہ تاریخی حقائق کی تلخیص پیش کرتے ہیں کبھی تنقیح کرکے ترجیحی رائے پیش کرتے ہیں کبھی اپنے الفاظ میں حقائق تاریخیہ کا تکرار ہوتا ہے۔

وجہ تالیف

قاضی مبارکپوری ؒ نے خود اس کتاب کی وجہ تالیف تاریخ جرجان کی ایک عبارت نقل کرکے بیان کی ہے۔ قاضی صاحب کی یہ عبارت مع ترجمہ پیش کی جاتی ہے جس سے کتاب کی وجہ تالیف واضح ہوتی ہے۔

"کما قال الحافظ ابوالقاسم حمزہ بن یوسف السہمی فی تاریخ جرجان : انی رایت کثیرا من البلدان تعصب اھلھا و اظھر وا مفاکر ھا بدخول الصحابة والتابعین رضی اللہ عنھم اجمعین، بلادھم و کون الخلفءوالا مراءو جماعة من العلماءعند ھم حتی ازخولذلک تواریخ، و نفوا فیھا تصانیف علی مابلغھم، ولم ای لواحد من مشائخنا رحمھم اللہ صنف فی ذکر علماءاھل جرجان، اوراخ لھم تاریخا علی توفر علمائھا و تظاھر شیو خھا فضلا ئھا، فاجبت ان اجمع فی ذالک مجموعا علی قدر جھدی و طاقتی مع قلة بضاعتی، و عرض لی جمعہ حین نفالی العلماءالذین یوثق بعلمھم و یعتمد علی معرفتھم، و لم اتمکن من کتبھم فاستمد منھا اذ کان اھلھا قد اضا عوا لقلة رغبا تھم و فتور نیا تھم، فاقتصرت علی ما حضر، واخذت لما تیسر، وقدمت العذر حتی ان قصرت فیہ تقصوا اوشذ عنی شئی ءکنت فی ذالک معذورا"۔ (19)

"میں بھی وہ کہتا ہوں جو ابوالقاسم حمزہ بن یوسف السہمی نے کہا ہے کہ میں نے بہت سے شہروں کے باشندوں اور باسیوں کو دیکھا کہ وہ اپنے علاقہ کے بارے میں تعصب کا اظہار کرتے ہیں اور اس شہر کے مفاخر بیان کرتے ہیں کہ صحابہ و تابعین اس شہر میں تشریف لائے ۔ ان کے شہروں میں حکمرانوں اور امراءاور علماءکی جماعت جو موجود رہی اس کے بارے کتب تاریخ تصنیف کیں۔ ان کے حالات و واقعات کے بارے انہیں جو روایات پہنچیں ان کو مرتب و مدون کیا لیکن میں نے دیکھا کہ ہمارے مشائخ میں سے کسی نے علماءجرجان کے بارے میں کچھ تصنیف کیا ہو، کوئی ایسا تاریخی مواد مہیا و مرتب کیا ہو جس میں اس شہر کے علماء، شیوخ اور فضلا کے حالات میسر ہوں۔ میں نے چاہا کہ اس موضوع کے متعلق اپنی بساط و ہمت کے مطابق کوئی مجموعہ مرتب کردوں اگرچہ میں بہت بے بضاعتہوں۔ اس کا جمع کرنا میرے لیے بہت وسیع کام بن گیا جب ان علماءنے جن کے پاس ان کی معلومات درست حالت میں موجود تھیں اور ان کی معرفت پر اعتماد کیا جا سکتا تھا۔ جب میں نے ان سے مدد طلب کی تو ان کی

کتب تک رسائی نہ ملی۔ حالانکہ وہ اس کے اہل تھے لیکن اپنی عدم دلچسپی اور نیت کے فتور کے باعث بہت کچھ ضائع کر دیا تو مجبوراً جو کچھ میرے پاس موجود تھا میں نے اس پر اکتفا کیا اور جو کچھ میسر آیا اس سے اخذ کیا پس میرا عذر پیش خدمت ہے پس اگر اس میں کچھ کمی کوتاہی پائیں یا کچھ شذوذ پائیں تو مجھے معذور سمجھیں"۔

اس عبارت کے ذریعے قاضی صاحب نے وجہ تالیف ، مواد کی کمی، مصادر کی عدم دستیابی، جو کچھ میسر آیا اس پر اکتفا کرکے ایک کتاب ترتیب دینے کی جانب اشارہ کیا ہے بلاشبہ قاضی صاحب نے اہل ہند کے علماءکی جانب سے یہ تصنیف مرتب کرکے فرض کفایہ ادا کیا ہے۔ خاص طور پر مسلمان اھل علم کے لیے قاضی صاحب کی یہ تاریخی دستاویز سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے جس کی رہنمائی میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔

کتاب کے محتویات و ترتیب مضامین

کتاب کا پہلا حصہ بلاد ہند میں مسلمانوں کی معرکہ آرائیوں اور فتوحات کے تذکرہ پر مشتمل ہے اور بہت سے متعلقہ مباحث بھی تحریر میں آگئے ہیں جن میں سند اور ہند کی وجہ تسمیہ، ہندوستان کی اراضی کے احکام فتوحات ہند سے متعلق کتب و تصنیفات و غیرہ شامل ہیں اس کتاب میں بنیادی طور پر زمانی ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے واقعات کا تذکرہ تاریخی وقوع کے اعتبار سے ہے نہ کہ اہمیت کے اعتبار سے ۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے تذکرہ خیر کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اس کے بیان میں خلفاءاور حکمرانوں کی ترتیب کے تحت صحابہ و تابعین کی آمد اور حالات کا ذکر ہے۔ سیدنا ابو بکر کے عہد سے خلافت راشدہ کا آغاز ہوتا ہے اس عہد میں کسی صحابی کی باقاعدہ آمد اور قیام کا ذکر نہیں ملتا۔ اور یعقوبی کی روایت کہ عثمان بن ابی العاص الثقفی عہد ابو بکر میں مکران پر حملہ آور ہوئے کی قاضی صاحب نے تردید کی ہے۔ (20)

حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں باقاعدہ صحابہ کی آمد شروع ہوتی ہے اولین صحابہ میں جو بلاد ہند میں ورود پذیر ہوئے عثمان بن ابی العاص الثقفی ، الحکم بن ابی العاصؓ، اور المغیرہ بن العاص الثقفی ؓتینوں بھائی ہیں۔ قاضی صاحب کی تحقیق کے مطابق اٹھارہ صحابہ کرام ؓ ہندوستان تشریف لائے۔ ایک کے بارے میں مختلف فیہ روایات کے باعث یہ تحریر کیا ہے کہ ’’صحابی اور تابعی ‘‘ ان کا نام نامی کلیب ابو وائل ہے۔(21)

مدر کین کی تعداد پانچ ہے یہ وہ افراد ہیں جو زمانہ نبوت میں عہد طفولیت میں تھے۔ دو افراد مخضر مین سے ہندوستان تشریف لائے جو

زمانہ جاہلیت و زمانہ نبوت میں موجود تھے مگر صحابیت کا شرف حاصل نہیں۔ قاضی صاحب نے ترتیب و بیان مضامین کا طریق کار کیا رکھا ہے خود ان کی زبانی پیش خدمت ہے۔

’’میں نے اس کتاب میں سب سے پہلے ان جنگوں کا ذکر کیا ہے جن کا وقوع خلفاءاسلام کے زمانے میں ہندوستان میں ہوا پھر اس کے بعد ہندوستانی حکمرانوں اور امراءکا ذکر ہے جو خلفاءاسلام کے زمانے میں ہندوستان میں ہوا۔ پھر اس کے بعد ہندوستانی حکمرانوں اور امراءکا ذکر ہے جو خلفاءاسلام کی طرف سے اہل ہند پر والی بنے یا ہندوستانی جنگوں کے شرکاءو امراءکے طور پر نامزد ہوئے پھر صحابہ، تابعین مخضر مین مدرکین اتباع تابعین اور ان کے معاصرین کا ذکر ہے۔ صحابی سے مراد وہ ہیں جن کی حالت ایمان میں نبی کریم سے ملاقات ہو ئی ہو اور اسلام پر ان کی وفات ہوئی۔ قطع نظر اس کے کہ ان کی مجالست کا زمانہ طویل ہے یا مختصر ان سے روایت منقول ہے یا نہیں انہوں نے نبی کریم کے ساتھ جہاد کیا یا نہیں چاہے ایک لمحہ کی روایت نصیب ہوئی ہو اور مجالست نہ ملی ہو یا ایسے افراد جو نابینا ہونے کے باعث رویت سے محروم ہوں۔ ہر ایک کے حالات کے آغاز مین تصریح کر دی ہے کہ صحابی ہیں یا تابعی اور محض تابعین کے دور میں ہونے کو میں نے تابعیت نہیں سمجھا وہاں یہ تصریح کی ہے کہ معاصر تابعین ہیں۔ (22)

کتاب کے آخر میں پانچ خواتین کا ذکر بھی ہے جو سند سے تعلق رکھتی ہیں جو اپنے تقویٰ، علم اور شرافت میں بڑے مقام کی حامل ہیں کتاب کا اختتام شعراءبنی امیہ میں سے ابوالعطاءالسندی کے تذکرہ پر ہوتا ہے۔ بنیادی طور پر کتاب کا آخر ی حصہ ہندوستانی محدثین اور ایسے علماءو فضلاءکے تذکرہ پر مشتمل ہے جو زمانہ اول میں ہندی النسل ہیں اور صاحب شرف و مقام ہوئے۔

اس کتاب کے مضامین و تحقیقات کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ بات پیش نظر رہنی ضروری ہے کہ جناب قاضی صاحب جس ہند و سند کو موضوع بحث بناتے ہیں وہ آج کا جغرافیہ نہیں اس وقت کے ہند کے بعض علاقے آج حدود افغانستان ،پاکستان اور روس میں شامل ہیں۔

اسلوب استدلال و منہج تحقیق

قاضی صاحب کی یہ محققانہ کتاب بلا شبہ سینکڑوں کتب کے مطالعہ کا نچوڑ ہے۔ تخلیق کار کسی فن پارہ کی تخلیق کے دوران جس محنت اور کرب سے گذرتا ہے اس کی شدت سے وہ خود ہی آگاہ ہوتا ہے لیکن قاضی صاحب کی اس کتاب کا مطالعہ ان کی محنت اور مصادر و مراجع سے مواد کے حصول کے لیے برداشت کی گئی تکلیف پر دلالت

کرتا ہے۔ کتب تاریخ اور کتب اسماءالرجال کتاب بلدان، کتب طبقات، کتب انساب، کتب مغازی و سیر، کتب دوا وین شعراءالغرض ہمہ پہلو اور ھمہ جہت تحقیق و کاوش کا نتیجہ "العقد الثمین" ہے۔ قاضی مبارک پوری ؒ اپنے اسلوب استدلال و تحقیق کے بارے میں خود فرماتے ہیں:

"وطریقنا فی بیان ایتان الصحابہ والتابعین الی الھند، و کونھم من الصحابہ والتابعین ان تذکر جمیع ما قال علماءھذا الشان، و ان کانت الا قوال مختلفہ، ثم بینا ما کان الصواب عندنا، الا ان نجد قولا واحد فنذکرہ فقط، لیکون القاری علی بصیرۃ ولنودی امانہ العلم والتحقیق کما وصلت الینا۔۔ ثم اخترنا والترتیب والتالیف حتی فی طریق الا داءوالعبارۃ مسلک العلماءالقدماءتاسیابھم فی ذکر المغازی والفتوح و تیمنا لیسیر السلف الصالح"۔(23)

صحابہ و تابعین کی ہند میں آمد، اور ان کے صحابیت و تابعیت کے ثبوت کے مسئلہ کے بیان میں ہم نے علماءکے تمام اقوال کو جمع کیا ہے جو کہ اس سے متعلق ہیں۔ اگرچہ یہ اقوال باھم مختلف ہوں لیکن ہم نے سب کا احاطہ کرکے بیان کر دیے ہیں اس کے بعد ہم اس قول کو بیان کرتے ہیں جو ہمارے نزدیک درست ہے اگر ہمیں کسی کے بارے میں صرف ایک قولی روایت ہی ملی ہے تو ہم نے صرف اسی کے ذکر پر اکتفا کیا ہے ان اقوال مختلفہ کو ذکر کرنے سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ قاری جس کو اختیار کرے وہ علی وجہ البصیرت امانت علم و تحقیق کوا دا کر دیں جیسا کہ ہم تک پہنچی ۔ ہم نے اس کتاب کی ترتیب و تالیف یہاں تک کہ جملوں کی بناوٹ اور تعبیرات کے بیان میں قدیم علماءکے مسلک کو اختیار کیا ہے جو ان کی کتب مغازی وفتوح میں موجود ہے اور سلف صالحین کے راستے پر گامزن ہوئے ہیں ۔ اب ہم مختلف عنوانات کے تخت قاضی صاحب کے اسلوب استدلال و تحقیق کی توضیح کرتے ہیں۔

اشعار سے استدلال

تاریخی حقائق کے ثبوت اور تائید کے لیے قاضی صاحب نے جا بجا اس عہد کے شعراءکے اشعار سے استدلال کیا ہے مثلاً بنہ (بنوں)میں مسلمانوں کی حملہ زنی، غلبہ اور اس علاقہ میں مسلمانوں کے آنے کے ثبوت کے طور پر ”فتوح مہلب بن ابی صفرہ بنہ و لاھور“ کے عنوان کے تحت یہ شعر پیش کیا ہے۔

الم نحران الا زدلیلة بیتوا
بینة کانوا خیرجیش المھلب (24)

"کیا ہم ہے نہیں دیکھا قبیلہ ازد کو کہ انھوں نے بنہ میں ایک رات گزاری اس حال میں کہ وہ مہلب کے لشکر کا بہترین حصہ تھے"۔

الحکم بن المنذر العبدی تابعی کے تذکرہ میں الکذاب الحرمازی کے صرف دو شعر ذکر کرکے ان کی شخصیت، سیرت و کردار پر استدلال کیا ہے ان دو اشعار کے علاوہ ان کے بارے کچھ تحریر نہیں کیا گیا۔

یا حکم بن المنذر الجارود سرادق الملک علیک ممدود

انت الجوادبن الجواد المحمود نبت فی الجود، وفی بیت الجود (25)

ترجمہ : اے حکم بن المنذر جارود، آپ پر بادشاہت کے خیموں کا سایہ دراز ہے آپ قابل تعریف سخی ابن سخی ہیں آپ نے سخاوت کے گھر میں پرورش پائی اور سخاوت کے گھر میں ہی رہے۔

تطبیق روایات

مورخین، سیرت نگاروں اور محدثین کا عمومی اصول یہ ہے کہ روایات مختلفہ میں اولاً تطبیق و توفیق کی سعی کرتے ہیں تاکہ کسی بھی روایت کو رد نہ کرنا پڑے اور آثار و اخبار سب اپنی جگہ صحیح نظر آئیں۔ قاضی صاحب نے جمع و تطبیق کے اسی اصول کو اپنی کتاب میں برتا ہے۔ اس کی دو امثلہ پیش کی جاتی ہیں۔

"ولایۃ عمر بن عبید اللہ بن معمر التمیمی" کے عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

"ان محمد بن ھارون کا ن علی السند حتی مات عبدالملک ومع ذالک ذکر خلیفۃ ان عبدالملک بعث الیھا عمر بن عبید اللہ الیھا، و ولا ھا ابن اسید فمعناہ ان عمر بن عبید اللہ کان علی الحرب، و ابن السید علی الخراج اولادحداث، اوکانا عونا لمحمد بن ھارون لان الدحوال والظروف کانت مضطربۃ فی تلک الایام فی السید"۔(26)

محمد بن ھارون سند کے والی رہے یہاں تک کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان کی وفات ہو گئی۔ اس کے ساتھ خلیفہ بن خیاط نے یہ بھی روایت نقل کی ہے کہ خلیفہ عبدالملک نے محمد بن ھارون کی جانب عمرو بن عبید اللہ کو بھیجا اور یہ بھی کہ ابن اسید کو سند کا والی بنایا ان کا معنی یہ ہے عمر بن عبید اللہ کو امور جنگ پر عامل بنا کر بھیجا اور ابن اسید کو خراج و احداث کا نگران و والی بنایا یا دونوں محمد بن ھارون کے معاونین تھے کیونکہ ان دنوں سند ھ کے حالات و معاملات پریشان کن تھے۔

اسی طرح "فتوح تانہ و بروص والدیبل" کے عنوان کے تحت پہلے بلاذری کی روایت نقل کی ہے جس میں عثمان بن ابی العاص الثقفیؓ کے بحرین و عمان پر والی ہونے کا ذکر ہے ان کے بھائی حکم کو بروص اور تیسرے بھائی کو دیبل بھیجنے کا تذکرہ ہے۔

دوسری روایت ابن حزم اندلسی کی ہے جس میں عثمان بن ابی العاص کے بارے میں یہ ہے کہ انھوں نے ہند کے تین شہروں پر لشکر کشی کی۔ یا قوت حموی کی روایت میں ہے کہ دیبل کی طرف عثمان بن ابی العاصؓ نے اپنے بھائی حکم کو لشکر دے کر بھیجا۔ تینوں روایتوں کو تطبیق دیتے ہوئے پہلے ابن حزم کی روایت کے بارے میں لکھا ہے :

"وهذا البیان فی غایة الایجاز و کتابہ فی النساب العرب و یشتر بعض الاحیان الی بعض الوقائع المهمة، ولیس من وظیفة فی هذا الکتاب ایراد الفتوح والاخبار، و اهم مافی هذه الروایة بیان نمزوة عثمان بن ابی العاص نفسہ"(27)

یہ روایت انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کی گئی ہے چونکہ ابن حزم کی کتاب النساب العرب سے متعلق ہے اس لیے وہ کہیں کہیں بعض اہم واقعات کے ذکر پر ہی اکتفا کرتے ہیں کیونکہ اس کتاب کا مقصود و موضوع فتوحات و آثار نہیں ۔ اس لیے یہاں اہم بات نقل کی گئی ہے کہ جو عثمان بن ابی العاص کی ذات سے متعلق ہے (اس نے دیگر بھائیوں کی جنگوں اور جن علاقوں کو مفتوح کیا ان کا ذکر نہیں)۔

یا قوت حموی کی روایت کی توجیہہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"لم یذکر الحموی فی بیان تانہ و بروص غزوة الحکم علیهما و انما ذکر ها فی الدیبل فقط لان کتابہ معجم البلدان فی الجغرافیہ لا فی الفتوح والا خبار ولکنہ ذکر فیها اسم الحکم مکان المغیره اوظنہ من خطاءالنسخ اوالطبع"(28)

حموی نے اپنے اس بیان میں تانہ و بروص کے علاقوں پر حکم کی لشکر کشی کا ذکر نہیں کیا اس نے صرف دیبل کا ذکر کیا ہے کیونکہ اس کی معجم البلدان کتاب کا موضوع صرف جغرافیہ ہے نہ کہ ذکر فتوحات و آثار کا بیان البتہ اس نے حکم کا ذکر مغیرہ کی جگہ کر دیا ہے یہ نسخوں میں کوئی خطا ہے یا طباعت کی غلطی لگتی ہے۔

ترجیح روایات و آثار

روایات کے مابین اگر جمع و تطبیق ممکن نہ ہو تو محققین اپنی تحقیق و تدقیق کے نتیجے میں دلائل و براہین کے ساتھ کسی ایک روایت کو راجح قرار دیتے ہیں قاضی مبارک پوریؒ نے اپنی اس تحقیقی دستاویز میں ترجیح روایات کے اصول کو متعدد جگہ برتا ہے۔ ذیل میں اسکی دو امثلہ پیش کی جاتی ہیں۔

طبری کی روایت سے فتح مکران الثانی سے متعلق طویل روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

"فی جمیع المواضع فی هذه العبادرة کان (سهیل ابن عدی) فکتبناه (سهل بن عدی) لانہ هو صحیح۔ وکذلک کان (الحکم بن عمر و التغلبی)

بالتاءالمثناة فکتبناه (الحکم بن عمرو الثعلبی) بالثاہ المثلہ لانہ ھو صحیح-"(29)
اس عبارت میں تمام مواقع پر نام سہیل بن عدی ہے جبکہ ہم نے سھل بن عدی لکھا ہے کیونکہ یہی صحیح ہے اس طرح الحکم بن عمرو التغلبی لکھا ہے جبکہ ہم نے الحکم بن عمرو الثعلبی لکھا ہے کیونکہ تحقیق کے مطابق یہ ہی صحیح ہے-
اسی طرح حارث بن مرہ العبدی کے حالات میں ابن خلدون کی روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں-
"وھذا القول خلاف ما قال البلا ذری و غیرہ من ان الحارث بن مرہ العبدی قتل ھو ومن معہ الا قلیلا فی القیقان ستہ سنة اثنتین واربعین فی ایام معاویہ وھو الصحیح"(30)
یہ قول بلاذری اور دیگر مورخین کے اس قول کے خلاف ہے کہ حارث بن مرہ العبدی اور ان کے ساتھی قیقان کی جنگ میں 42 ھ میں شہید ہو گئے اور تھوڑے ہی محفوظ رہے یہ خلافتِ معاویہؓ کے دور کا واقعہ ہے یہ روایت ہی صحیح ہے-

موضوعات اور مناکیر کا تذکرہ

اس کتاب کی انفرادیت و امتیازات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ موضوع سے متعلق جو بھی روایات دستیاب ہوئیں ان کو بیان ضرور کیا ہے اس وجہ سے یہ کتاب ایک موسوعة کی شکل اختیار کر گئی ہے- ایک عنوان "بعض المناکیر والموضوعات منسوبة الی النبی عن الھند" باندھا ہے- اس کے ذیل میں سات روایات پر سیر حاصل بحث کی ہے اور ان کا موضوع و مردود ہونا ثابت کیا ہے- اس سلسلے میں "رتن الھندی" کی صحابیت کی روایات کی بھی تردید کی ہے-

تحقیق مزید کی طرف اشارات

قاضی مبارکپوری ؒ نے بعض تحقیقی مباحث میں اسکا اظہار بھی فرمایا ہے کہ اس موضوع پر مزید تحقیق و تفتیش کی ضروت ہے ایک عبارت بطور مثال تحریر کی جاتی ہے-
"لما عقد الحجاج لمحمد بن القاسم علی غزوة السند ضم الیہ مع جندہ الذین کانوا بیجاریون بلا دفارس ستة آلاف جند من اھل الشام و خلقا سواھم، و کان فیھم من العباد و الزھاد والمرابطین والمتطو عین المنجتبین الی اللہ جماعة، و من المحدثین و الفقہاءوالعلماءجمیع، ویذلنا ما فی وسعنا فی تحقیق اسمائھم وانسابھم الی جاءت مھرقة فی کتاب منہاج الدین کما رایت، و مع ذالک بقی کثیر من ھذہ الاسماءوالانساب لم نھتد الی الصحیحھا و تحقیقھا، فنور دھا کما وجدن ھا و فیھا مجال التحقیق لا ھل العلم "-(31)

جب حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو سند پر جہاد کے لیے متعین کیا تو اس کے ساتھ بلاد فارس میں لڑنے والے بہت سے جنگجو جو تعداد میں چھ ہزار تھے اور ان کا تعلق شام سے تھا بھیجے ان کے علاوہ بہت سے افراد بھی شامل ہوئے ان میں عابدوں ، زاھدوں، شب زندہ داروں اہل خیرات اور صاحب دل لوگوں کی بہت بڑی جماعت تھی ان میں محدثین فقہا اور علماءبھی شامل تھے ہم نے اپنی بساط کے مطابق ان کے اسماءو انساب کی تحقیق کی پوری کوشش کی ہے جو کتاب منہاج الدین میں مذکور ہیں اس کے ساتھ ساتھ بہت سے اسماءو انساب کی تحقیق و تصحیح تک ہماری رسائی نہیں ہو سکی ہم نے ان کو جیسے ملے ہیں ویسے ذکر کرتے ہیں اس میں اھل علم کے لیے تحقیق کا میدان کھلا ہے۔

دو محل نظر پہلو

قاضی صاحب بلاشبہ ایک محقق و مورخ کی حیثیت سے ایسے مقام کے حامل ہیں جو انہیں اپنے ہم عصروں میں ممتاز کرتا ہے لیکن بعض اوقات انسان کے شخصی میلانات و رجحانات اس کی تاریخی آراءپر اسطرح اثر انداز ہوتے ہیں کہ وہ الفاظ و روایات کے انتخاب میں انہی کے زیر اثر چلتا ہے قاضی صاحب نے دو مقامات پر ایسے الفاظ میں اظہار فرمایا ہے کہ جو قابل نقد ہیں اور تاریخی حقائق سے سہو نظر کے مترادف ہے۔

ربیع بن زیاد الحارثی کے حالات میں ایک جگہ یہ جملہ تحریر کیا ہے ۔ "فوتی معاویۃ زیاد بن ابیہ"(32)تاریخ کا ہر طالب علم سیدنا معاویہؓ کے زیاد بن ابی سفیانؓ کے نسبی استلحاق سے واقف ہے ۔ زیاد عہد جاہلیت کے ایک نکاح کی صورت میں حضرت ابوسفیانؓ کے بیٹے ہیں۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا معاویہ کے سامنے 44 ھ میں دس ثقہ اور قابل اعتماد لوگوں نے گواہی دی کہ زیاد ابو سفیانؓ کے بیٹے ہیں۔ ان گواہوں میں سید نا مالک بن ربیعہ سلونیؓ اور سیدہ جویریہ بنت ابی سفیانؓ شامل ہیں۔

ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

"شہد و کلھم علی ابی سفیان ان زیاد ابنہ الا المنذر فیشھدانہ سمع علیا یقول اشھدان ابا سفیان قال ذالک"(33)

سب کے سب نے گواہی دی کہ زیاد ابو سفیان کے بیٹے ہیں البتہ منذر بن زبیر نے اس طرح گواہی دی کہ انھوں نے سیدنا علیؓ کو یہ گواہی دیتے سنا کہ ابو سفیان نے کہا تھا کہ زیاد میرا بیٹا ہے۔

اس استلحاق کے بعد ”زیاد بن ابیہ “ کہہ کر تذکرہ کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ جب کہ سیدہ عائشہؓ نے خود اپنے ہاتھوں سے زیاد کے نام

خط لکھا اور اس میں یوں مخاطب کیا "من عائشہ ام المومنین الی زیاد بن ابی سفیان "(34)
زیاد بن ابیہ یا زیاد بن سمیہ اس وقت مخاطب کیا جاتا تھا جب کہ یہ استلحاق نہ تھا۔
دوسری عبارت میں قاضی صاحب حجر بن عدی کے بارے میں لکھتے ہیں "وھو اول من قتل صبرا فی الاسلام"(35)
ترجمہ : وہ پہلے شخص ہیں جنہیں اسلام کے لیے (باحالت اسلام میں) باندھ کر قتل کیا گیا۔
حجر بن عدی کے بارے اس طرح اولیت اور شان بیان کرنا بھی تاریخی حقائق کے منافی ہے۔ حجر بن عدی قاتلین عثمان کے ہتھے چڑھ کر بغاوت و فساد میں شریک ہو گئے تھے چنانچہ طبری کی روایت ہے کہ ۱۴ ھ میں سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے وہ اپنے خطبوں میں سیدنا عثمانؓ کے لیے دعائے رحمت کرتے اور قاتلان عثمانؓ پر لعنت کرتے اس کے جواب میں حجر بن عدی کہتے ہیں۔
"بل ایاکم فذمم اللہ ولعن "
(بلکہ تم پر اللہ کی لعنت ہو)
چنانچہ انھوں نے جب شرو فساد کی انتہا کر دی اور سیدنا عدی بن حاتمؓ سیدنا جریر بن عبداللہ الجلی اور سیدنا خالد بن عروطہ ازدی جیسے صحابہ کی نصیحتوں اور خیر خواہی کو نہ مانا اور بالفعل سرکاری فوج پر حملہ کیا تو ان کو بارہ ساتھیوں سمیت گرفتار کیا ستر افراد کی گواہیاں تحریر میں لائی گئیں جنہوں نے ان کی بغاوت اور سرکشی کے بیانات دیے گواہی دینے والوں میں سیدنا عمر و بن حریثؓ ، سیدنا وائل بن حجرؓ ، سیدنا کثیر بن شہابؓ ، سیدنا عامر بن مسعودؓ، سیدنا محرزبن حارثہؓ اور عبید اللہ بن مسلم الحرمی جیسے اصحاب رسول شامل تھے جنہوں نے گواہی دی کہ حجر بن عدی باغی ہے بیعت توڑنے کی دعوت دیتا ہے لوگوں کو امیر المومنین کے خلاف جنگ پر اکساتا ہے اس لیے ان کو شام ،معاویہؓ کے پاس بھیج دیا گیا چنانچہ انھیں جرم شر و فساد میں قتل کیا گیا ۔
جرم بغاوت و سرکشی میں قتل کیے جانے والے ایسے فرد کو جو سیدنا عثمانؓ کو "اول من جار فی الحکم" (حکومت میں ظلم و جور کرنے والا پہلا شخص) کہے تعریفی انداز میں یہ کہنا کہ اول من قتل صبرا فی الاسلام کسی طرح بھی درست نہیں۔ (36)

العقد الثمین کے بارے میں اھل علم کی آراء

اس کتاب کو اہل علم کے حلقوں میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی اساتذہ و محققین نے اس تاریخی دستاویز کو بہت سراھا قاضی صاحب کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"قد من اللہ علیہ یقول حسن الاوساط العلمیہ، و تلقی اعجابا و تقدیر امن قبل الباحیثین المحقیقین"(37)

اللہ تعالیٰ نے اس کتاب پر احسان فرمایا اور اسے مراکز علمیہ میں حسن قابلیت کا شرف بخشا۔ اے خوشگوار حیرت و پسندیدگی اور قدررو منزلت کے ساتھ اہل علم و تحقیق کی جانب سے خوش آمدید کہا گیا۔

معروف عرب صحافی عبدالقدوس الانصاری المدنی مدیر مجلہ ''المنہل'' العقد الثمین پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"من اھم کتبہ، واورع مصنفانۃ ، وقد و فق فیہ شکلاً و موضوعا واسعا و مسعی "-(38)

یہ ان کی کتب میں سے اہم ترین کتاب ہے اور ان کی تصنیفات میں سے سب سے دل کش ہے اور انھوں نے اس میں ایک اہم اور وسیع موضوع پر گراں قدر مواد فراہم کیا اور بہت جدوجہد سے کام لیا ہے "۔

علامہ محمد حسن بن سید علوی المکی المالکی تحریر کرتے ہیں۔

یا کاتب العقد الثمین تحیة من مخلص فرح لعقدک ظامی

اے عقد الثمین لکھنے والے تجھے سلام ایک مخلص کی طرف سے جو مسرور ہے

تیرے ''عقد '' پر

اظھرت تاریخنا مجید احافلا بالفخر والعز القدیم السامی

تو نے ہماری شرف و عزت سے بھرپور قدیم فخر اور شان اور سر بلندی کے ساتھ تاریخ کو ظاہر کر دیا

ازخت لا سلاف کیف اتوالی ھذی التقاع لدعوة الاسلام

تو نے اسلاف کے آنے کی تاریخ بیان کر دی کہ وہ دعوت اسلام کے لیے کیسے اس خطے میں آئے ۔

حوالہ جات و حواشی

1. قاضی اطہر مبارکپوری، کاروان حیات ، ص 91، بیت العلم، کراچی 2005ء
2. ایضاً، ص 20
3. ایضاً، 22
4. ایضاً، ص 29- 28

5- ایضاً، ص 29- 28
6- آخری ایام کے احوال قاضی اطہر مبارک پوریؒ کے بیٹے قاضی سلمان مبشر مبارک پوری کے بذریعہ ٹیلیفون بیان کردہ ہیں۔ (مقالہ نگار)
7- قاضی اطہر مبارکپوری، العقد الثمین فی فتوح الهند و من وردفیها من الصحابة والتبعین، ص ۱، دارالانصار، قاہرہ، مصر، س-ن
8- ایضاً، ص 3
9- ایضاً، 3
10- ایضاً، ص 3
11- ایضاً، ص 3
12- ایضاً ،ص 4
13- ایضاً، ص 7،6
14- ایضاً، ص 5
15- ایضاً، ص 68
16- ایضاً، ص 170
17- ایضاً، ص 180
18- ایضاً، ص 202
19- ایضاً، ص 11
20- ایضاً، ص 35
21- ایضاً، ص 86
22- ایضاً، ص 11
23- ایضاً، ص20
24- ایضاً، ص 29
25- ایضاً، ص 112
26- ایضاً، ص 120
27- ایضاً، ص49 تا 42
28- ایضاً، ص 42
29- ایضاً، ص 48
30- ایضاً، 48
31- ایضاً، ص 162
32- ایضاً، ص 58
33- عسقلانی ، احمد بن علی بن الحجر، الاصابة فی تمیز الصحابہ، تحقیق علی محمد الجاری ، ج 2، ص 64، دارلجبل، بیروت، 1992ء
34- محمد ابن سعد، طبقات الکبری، ج 7، ص100، دارضادر، بیروت، 1968ء
35- العقد الثمین، ص 58
36- محمد بن جریر الطبری، تاریخ الامم والملوک (المعروف تاریخ طبری) ، ج 3، ص 225 تا 230، دارالکتب العلمیہ بیروت طبع اول 1407ھ

37- العقد الثمین، ص 3
38- ایضاً، ص 5